محدث اعظم

مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس المدارس والمدرسین)

مؤرخہ ۲۸ رشوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ رجولائی ۲۰۱۷ء بروز یکشنبہ

بمقام: دارالعلوم فلاحِ دارین، ترکیسر

تمام دینی حلقوں کا نقصان:

علماءِ کرام! اور میرے عزیز بھائیو!

مسلسل اتنے بڑے حادثات پیش آئے جن کا تصور نہیں تھا۔

مولانا یونس صاحب جونپوریؒ کا انتقال صرف مظاہر علوم کا صدمہ نہیں ہے، بلکہ تمام عالمِ اسلام کے دینی حلقوں کا صدمہ ہے۔ عربی کا مشہور شعر ہے ؎

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكَ وَاحِدٍ وَلٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

میرے دوستو! یہ کسی ایک شخص کی موت نہیں ہے، کسی فرد اور کسی عالم کی موت نہیں ہے، ان دنوں پورے علمی حلقہ کی عجیب سی کیفیت ہے، بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا، اس اخیری دور میں جو شخص پورے ۵۰ رسال مسندِ حدیث پر بیٹھے، بخاری شریف کا درس دیتا رہے اور رات دن شروحاتِ بخاری میں لگا رہے، جب بھی دیکھو، یا تو حافظ ابن حجرؒ کی کتاب فتح الباری آپ کے سامنے ہے، یا تو عینی کی ''عمدۃ القاری'' آپ کے سامنے ہے، یا کبھی ابنِ بطال کی شرح بخاری سامنے ہے اور ایسی ایسی کتابیں جن کا نام بھی ہم نے پہلے نہیں سنا تھا وہ حضرت کے پاس رہتی تھیں اور ان کی طرف مراجعت کرتے تھے، نیز اللہ تعالیٰ نے غضب

کا حافظہ عطا فرمایا تھا، ایسے شخص کی وفات واقعتہً ایک بہت بڑا خلا ہے، ہر ایک کو اس کا صدمہ ہے اور پورے عالم میں اس صدمہ کو محسوس کیا گیا۔

انڈونیشیا میں مسجد الشیخ یونس کی تعمیر:

حضرت کی وفات کے بعد مدینہ منورہ سے شیخ عامر بہجت کا خط آیا- میرے پاس بھی اس کی ایک کاپی آئی-جس میں انہوں نے بڑے افسوس کا اظہار کیا، اسی طرح شیخ حامد اکرم بخاری نے بھی تعزیتی کلمات کہے اور مدینہ منورہ میں مولانا کے ایک عاشق ہیں ''شیخ احمد عاشور'' وہ بھی روتے رہے، نیز انڈونیشیا کے لوگ پریشان ہیں، اب انڈونیشیا ہندوستان سے کتنا دور ہے، اور ہمیں اس کا اندازہ بھی نہیں تھا، مگر کل انگلینڈ سے انگریزی میں ایک تحریر آئی، جس میں لکھا تھا کہ انڈونیشیا میں حضرت کے چاہنے والے اکٹھے ہوئے اور انہوں نے اپنے بہت ہی رنج وغم کا اظہار کیا، اور سب نے مل کر یہ طے کیا کہ حضرت کے نام کی ایک مسجد بنائیں گے، اب آپ اندازہ لگایئے کہ ایک شخص کا انتقال سہارنپور میں ہو رہا ہے اور انڈونیشیا کے لوگوں کو اتنا صدمہ ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ اب یہاں حضرت کی یادگار قائم ہونی چاہیے، یہ زندگی کی علامت ہے، یہ محبت کی علامت ہے کہ ہزاروں میل دور رہنے کے بعد بھی ان کے دل میں آیا کہ یہ ایسی شخصیت تھی جس کو بھلایا نہیں جا سکتا۔

یہاں پڑا رہ...!!:

انہوں نے سب کچھ چھوڑا: اپنا وطن چھوڑا، اپنے رشتہ داروں کو چھوڑا اور اپنے آپ کو سہارنپور میں ڈال دیا، طالبِ علمی کے زمانہ میں بیمار ہو گئے اور خون کی قے ہونے لگی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ نے کہا کہ بھائی! گھر چلے جاؤ! فرمایا، نہیں حضرت!

میں نہیں جاتا، میں تو یہیں رہوں گا۔ حضرت شیخ نے کہا: بھائی یونس! تو یہاں رہ کر کیا کرے گا؟ تو بیمار رہے۔ تو کہا: حضرت! کچھ باتیں تو میرے کان میں پڑ جائیں گی، میں گھر جاؤں گا تو اس سے بھی محروم ہو جاؤں گا، یہ ہمارے طلبہ کے لیے عبرت کی چیز ہے یہاں تو معمولی بخار ہوتا ہے، تو سیدھے چھٹی لے کر آجاتے ہیں، میری طبیعت خراب ہے اور یہ خون کی قے ہونے کے باوجود نہیں جا رہے ہیں، تو حضرت شیخ، مولانا زکریاؒ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: اچھا پھر تو یہاں پڑا رہ! شیخ کا یہ جملہ بھی بڑا عجیب وغریب تھا، بس وہاں پڑے رہے سات سال تک تو وہ ایک دن بھی جونپور تشریف نہیں لے گئے، نہ رمضان کی چھٹی میں گئے نہ عید کرنے گئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فارغ ہونے کے بعد فوراً ان کو تدریس کے لیے مدرسہ والوں نے رکھ لیا، قابل جوہر کو جوہری پہچانتے ہیں۔ ؎

قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

حضرت شیخ نے سمجھ لیا یہ ہیرا ہے، اس کو ضائع نہیں کرنا ہے، تو انہوں نے فوراً معین مدرس میں رکھا، اس کے بعد ترقی ملتی رہی، اور ایک وقت آیا کہ حضرت شیخ جب معذور ہو گئے- حضرت کو آنکھوں میں تکلیف ہو گئی تھی- تو بخاری شریف حضرت شیخ یونس صاحب کے حوالے کر دی، حالاں کہ قدیم اساتذہ موجود تھے، خود حضرت مولانا یونس صاحب کے اساتذہ بھی موجود تھے، لیکن حضرت شیخ نے کہا: بخاری یونس پڑھائے گا، لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ نوجوان آدمی ہے، لیکن حضرت نے کہا کہ میں نے جو فیصلہ کیا وہ صحیح ہے، وہ جانتے تھے کہ اس شخص کے اندر کیا جوہر ہے۔

ومالموت إلا رحلة:

میرے دوستو! موت تو، آنی ہی آنی ہے۔

وَمَا الْمَوْتُ إِلَّا رِحْلَةٌ غَيْرَ أَنَّهَا مِنَ الْمَنْزِلِ الْفَانِي إِلَى الْمَنْزِلِ الْبَاقِيْ

(موت بھی ایک سفر ہی ہے، ہاں اتنی بات ہے کہ اس میں انسان دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی طرف سفر کرتا ہے)

اور کسی نے کہا ہے ۔

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ إِلَى الْحَبِيْبِ.

(موت ایک پل ہے، جس کے ذریعہ ایک دوست دوسرے دوست تک پہنچتا ہے)

ان حضرات کے لیے مرنا تو کوئی مشکل امر نہیں، یہ تو متمنی رہتے ہیں کہ کب ہمارا وقت آئے اور ہماری اللہ سے ملاقات ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں فارسی کے شاعر نے کہا ۔

یادداری کہ وقتِ زادنِ تو ہمہ خنداں بودند و تو گریاں
آں چناں زی کہ بوقتِ مردنِ تو ہمہ گریاں بودند و تو خنداں

تجھے یاد ہے کہ تیری پیدائش کے وقت سارے گھر والے ہنس رہے تھے کہ واہ!! واہ!! صاحبزادے تشریف لائے، مٹھائی تقسیم کرو، اب تم دنیا میں زندگی ایسی گزارو کہ جب تم دنیا سے جاؤ، تو ساری دنیا کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوں اور تم خوش وخرم اللہ کی طرف جا رہے ہوں ۔ ؎

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست (اقبالؔ)

(مردِ مؤمن کی نشانی یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت اس کے چہرے پر تبسم ہوتا ہے)

اچھا ہے مر جائے تو:

اور شیخ کا مزاج عجیب و غریب تھا: ایک آدمی گیا اور کہا: حضرت! میری دادی بہت بیمار ہے، اس کے لیے دعا کیجیے، حضرت نے پوچھا: کتنے سال کی عمر ہے؟ کہا: حضرت ۸۰ رسال، فرمایا: ''اچھا ہے مر جائے تو'' وہ ہکا بکا رہ گیا کہ میں تو صحت کے لیے دعا کرانے آیا تھا اور حضرت تو یہ جواب دے رہے ہیں۔ حضرت یہ چاہتے تھے کہ جب اتنی لمبی عمر ہو گئی اب ادھر ادھر ٹھوکریں کھائے گی، اچھا ہے کہ اللہ کے وہاں رہے۔ جب بھی ہم حضرت کے سامنے ذکر کرتے تھے کہ حضرت ایسا ہے، تو کہتے تھے: مولانا اس کی فکر نہ کرو! درود شریف پڑھو! کئی مرتبہ حضرت نے مجھے کہا: مولانا درود پڑھو! اخیری زندگی میں حضرت جب جناب نبیٔ کریم ﷺ کا اسم گرامی بولتے تھے، تو آپ پر بہت اثر ہوتا تھا اور فوراً آنکھوں سے آنسو ٹپک جاتے تھے، حدیث پڑھاتے پڑھاتے نبیٔ کریم ﷺ سے اتنی قربت ان لوگوں کو ہو جاتی تھی کہ وہ برداشت نہیں کر پاتے تھے۔

عظیم محدث:

حضرت مولانا یونس صاحبؒ ہماری صدی کے بہت بڑے محدث تھے۔ میں نے خود دیکھا مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کہ وہاں کے علماء بالکل طلبہ کی طرح دوزانو بیٹھ کر، ان کے سامنے بخاری شریف سناتے تھے۔ آپ کو کویت اور قطر بلایا گیا اور کویت اور قطر میں مسجد میں مجلس رکھی گئی جس میں سینکڑوں علماء جمع ہوئے، وہاں حدیث کی تلاوت ہوئی اور شیخ سے اجازت لی گئی اور میں نے دیکھا کہ شیخ بلا تکلف عربی میں بات کر رہے تھے، میں نے پہلے اس طرح شیخ کو عربی میں گفتگو کرتے ہوئے نہیں سنا تھا، ایسا اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ

سہارنپور میں شیخ الحدیث ہیں یا مکہ معظمہ کا مدرس؟ میں حیران تھا کہ جیسے ان کو اردو پر قدرت ہے ویسے ہی بلا تکلف عربی بولتے ہیں۔

اور حدیث کی ایسی ایسی کتابوں تک ان کی رسائی تھی کہ جن کو ہمارے علماء جانتے بھی نہیں ہیں۔ ایک مرتبہ میں سہارنپور، تین چار روز کے لیے حاضر ہوا، تو حضرت بہت دیر تک کچھ تلاش کر رہے تھے، پھر کہا: بھائی! ایک عبارت میں نے دیکھی، میرے دل میں یہ آیا کہ دیکھوں: اس آدمی نے یہ بات کہاں سے نکالی؟ میں تین دن سے اس کی تلاش میں ہوں، اب معلوم ہوا کہ فلاں کتاب سے اس نے یہ بات لی ہے، اس کو کہتے ہیں "محقق" یہ نہیں کہ ایک بات کتاب میں پڑھ لی اور نقل کر دی بلکہ اس کی تحقیق کہ یہ آدمی کہاں سے نقل کر رہا ہے؟ اصل راوی کون ہے؟ جو حضرات اپنے آپ کو علم کے لیے فنا کرتے ہیں، انہی کو یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا:

اردو کا مشہور شعر ہے جس کو ہم بار بار دہراتے ہیں ۔

ہمیں[1] دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا	مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

یہ صرف منہ سے بولنے کی چیز نہیں ہے، شیخ نے اس پر عمل کر کے بتایا، شیخ کے کمرہ کو آپ دیکھیں گے کہ چاروں طرف کتابوں کے اونچے اونچے ڈھیر ہیں اور اسی میں حضرت آرام فرماتے تھے۔

[1] ابھی ابھی مولوی معاویہ سعدی کا مضمون آیا ہے، اس میں ہے کہ شیخ نے درس میں فرمایا: بچپن میں میری خالہ نے میری کاپی پر مذکورہ شعر لکھ دیا۔ بس اسی ایک شعر نے زندگی بدل دی۔ ط۔س۔

اور طبیعت کا استغناء - جو ایک عالم دین کے لیے ضروری ہے- ایسا کہ لاکھوں روپیے لوگوں نے حضرت کو ہدیے میں دیے اور حضرت نے اس کو سہارنپور کے مکاتب مدارس اور غربا میں تقسیم کر دیے، بڑی بڑی رقمیں حضرت کو سہارنپور میں پیش کی گئیں، مگر حضرت نے کہا: ارے بھائی! یونس کا کھانا تو بہت مختصر سا ہے، اس پیسہ کو کیا کریں گے؟ پھر فرماتے: اچھا! مولانا صاحب یہاں آؤ! مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے مدرسہ میں اتنے بھیج دو، مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ کے مدرسہ میں اتنے بھیج دو، اتنے مدرسہ قدیم والوں کو بھی دے دو اور فلاں کو اتنا دے دو، گویا تھوڑی دیر میں پوری رقم حضرت تقسیم کر دیتے، ایسے آدمی مشکل سے ملیں گے ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

میرے بھائیو! ایسے دیدہ ور روز- روز پیدا نہیں ہوتے، یہ اللہ تعالیٰ کے عجیب بندے تھے، بڑی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان میں رکھی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا بڑا قوی تعلق تھا۔

ابھی میرے دو سال باقی ہیں:

۲ رسال پہلے مدینہ منورہ میں سخت بیمار ہو گئے تھے، ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا، مولانا یونس صاحب رندیرا نے مجھے فون کر کے کہا تھا کہ ڈاکٹر مایوس ہو چکے ہیں، لیکن انہوں نے کہا: نہیں! مجھے ہندوستان لے جاؤ! تم لوگ ایسا سمجھتے ہو کہ میں مر جاؤں گا؟ ابھی میرے دو سال باقی ہیں، اس حالت میں میں نے ان کو ''ملت'' ہسپتال میں دیکھا تھا، میں نے سوچا کہ یہ آدمی کہہ رہا ہے کہ ابھی دو سال باقی ہیں، کس بنیاد پر کہہ رہا ہے، اس وقت عجیب کیفیت تھی، غنودگی طاری ہو جاتی تھی، ڈاکٹر جمع ہیں اور شیخ کہہ رہے ہیں: ''ابھی دو

سال باقی ہیں' وہ دو سال پورے ہو گئے اور آپ کی وفات ہو گئی۔ ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

میرے دوستو! ایسا صفائے قلب پیدا کرو۔ ہمارا نیا سال شروع ہو رہا ہے، ایسے حضرات ہمارے لیے نمونہ ہیں۔

أُولٰئِکَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ ۞ إِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

(یہ ہمارے باپ دادا ہیں، کوئی لا کر تو بتائے ان جیسے)

واللہ الموفق.....

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

وہ دکان اپنی بڑھا گئے

شیخ کا ایک پسندیدہ شعر:

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم

الا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں

تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل